

ہینگل، مارکس اور اسلامی نظام

بائششم

اسلامی نظامِ معیشت

(یہ سلسلہ اشاعت گزشتہ)

اب ہم تفصیل کے ساتھ ان تدابیر و قوانین کی وضاحت کریں گے جن سے معلوم ہو گا کہ اسلامی نظام الہی ٹھوس معاشی بنیادوں پر قائم ہے کہ معاشی حالات کی تبدیلیاں اس ہینگل اثر انداز ہو سکتی ہیں۔ معاشی زندگی کی اصلاح اور مادی مرفہ الحالی کے حصول کی غرض سے اسلام نے جو عملی تدابیر اختیار کی ہیں انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) وہ قانونی احکام جن کا نفاذ زیادہ تر اسلامی حکومت کے قیام پر موقوف و منحصر ہے۔

(۲) اخلاقی ہدایات اور معاشرتی ضوابط جو قانونی حیثیت نہیں رکھتے۔

پہلی شق کے تحت اسلام نے (۱) زکوٰۃ فرض کی (۲) فئے اور غنیمت کے اصول وضع کیے۔ (۳) قوانین وراثت میں تبدیلیاں کیں۔ (۴) اکتنا زمال کو مٹایا (دھ سود کی مانعیت کی۔ دوسری شق کے تحت اس نے اخلاقی تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے انسان کی ذہنیت اور سیرت کو ایک خاص سانچہ میں ڈھالا اور تمدنی ماحول کو درست کیا ہے۔ اس باب میں ہم صرف پہلی شق پر بحث کریں گے اور دوسری شق کے لیے آئندہ باب مختص ہو گا۔

زکوٰۃ | زکوٰۃ کی آمدنی مسلمانوں سے وصول کی جاتی ہے۔ ہر مسلمان پر جو صاحب نصاب ہو زکوٰۃ فرض ہے۔ نصاب کی مقدار تقریباً باون روپے ہوتی ہے بشرطیکہ یہ رقم سال بھر تک جمع رہے۔ نیز وہ شخص جس پر زکوٰۃ واجب ہے قرض دار نہ ہو۔ اگر قرض دار ہوگا تو قرض کی مقدار منہا کرنے کے بعد جو رقم بچے گی اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس طرح ہر مسلمان پر جو مذکورہ بالا شرائط کے مطابق نصاب کا مالک ہو، مال کے چالیسویں حصہ کی ادائیگی فرض ہوگی۔ قابل زکوٰۃ اموال چار ہیں: زرعی پیداوار، مویشی، سونا چاندی، اور تمام اموال تجارت زکوٰۃ سالیانہ فرض کی گئی۔ سال میں دو بار فرض نہیں کی گئی۔ سال میں ایک بار سے زیادہ زکوٰۃ فرض کی جاتی تو زکوٰۃ دینے والے زیر بار ہوتے۔ اور اگر سالیانہ کے سوا کوئی اور میقات مقرر کی جاتی تو زکوٰۃ لینے والوں کو ہر پیداوار سے انتفاع کا موقع نہ ملتا اور طویل مدت تک انتظار کرنا پڑتا۔ مقدار زکوٰۃ مختلف اشیاء میں مختلف ہے اور اس میں ان عوامل پر نظر کی گئی ہے جن سے اموال زکوٰۃ حاصل ہوتے ہیں۔ جو اموال کم مشقت سے حاصل ہوتے ہیں ان میں مقدار زکوٰۃ زیادہ ہے اور جو اموال زیادہ مشقت سے حاصل ہوتے ہیں ان میں زکوٰۃ کی مقدار کم ہے۔

رکاز وہ مال ہے جو زمین کے اندر ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ اگر زمین کے اندر پیدا ہو تو وہ معدن (Mine) ہے۔ اور اگر کسی شخص نے زمین کے اندر دفن کر دیا ہے تو وہ کثر (Treasure trove) ہے۔ معدن چٹرس ہے یعنی اس کا پانچواں حصہ بطور زکوٰۃ لے لیا جائے گا۔ اگر کسی شخص کو زمین میں کوئی خزانہ ملے یا وہ کسی چیز کا معدن برآمد کرے تو وہ خزانہ اور معدن اسی کا ہوگا لیکن اس سے چٹس یعنی پانچواں حصہ لے لیا جائے گا۔ زکوٰۃ کی یہ سب بڑی مقدار ہے کیونکہ اس کے حاصل کرنے میں محنت اور مشقت برداشت کرنی نہیں پڑتی۔

زراعت میں زکوٰۃ کی دو مقداریں ہیں۔ ایسی زمین کی پیداوار جس کی آب پاشی مصنوعی ذرائع مثلاً نہر، تالاب، کنویں وغیرہ سے ہوتی ہو اس کی پیداوار کا بیسواں حصہ بطور زکوٰۃ لیا جائے گا۔ اور جو زمین بارش کے پانی سے تیار ہو اس کی پیداوار کا دسواں حصہ لیا جائے گا۔ اموال تجارت کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے۔

یہ زکوٰۃ کی سب سے کم مقدار ہے کیونکہ تجارت میں سب سے زیادہ محنت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ سونے چاندی پر معدن یا دینہ سے حاصل ہونے کی صورت میں زکوٰۃ کی مقدار حاصل کردہ مال کا پانچواں حصہ اور خرید و فروخت کی صورت میں تجارتی مال کی حیثیت سے ہوا یا کتر کی صورت میں جمع ہو تو چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینی ہوگی۔

زکوٰۃ عاملین (Collectors) کو بھی ادا کی جاسکتی ہے جو حکومت کی جانب سے مقرر ہوتے ہیں اور خود براہ راست محتاجوں، مسکینوں اور غریبوں کو بھی دی جاسکتی ہے۔ لیکن اولیٰ یہی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم حکومت اسلامی کے حوالہ کر دی جائے۔

زکوٰۃ کے مصارف متعین کر دیے گئے ہیں۔ یعنی جن مصارف کی صراحت کر دی گئی ہے ان کے علاوہ زکوٰۃ کی رقم اور کسی مصرف میں نہیں لائی جاسکتی۔ یہ مصارف آٹھ ہیں :- (۱) فقرار (۲) مساکین (۳) عاملین یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والے جن کی تنخواہیں اسی مد سے ادا کی جائیں گی۔ (۴) مولفۃ القلوب یعنی وہ لوگ کہ اسلام کے خلاف جن کے دلوں کی سختی دور کرنے کے لیے مال صرف کرنے کی ضرورت پیش آئے (۵) غلاموں اور قیدیوں کی رہائی (۶) قرض دار لوگ جو خود قرض کے بار سے بکدوش نہ ہو سکتے ہوں۔ (۷) راہ خدا یعنی اسلامی نظام کو قائم کرنے اور قائم رکھنے کی جدوجہد (۸) نادار مسافروں کی اعانت۔

فقرار سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے پاس ابتدائی ضروریات کی تکمیل کا سامان تو ہو لیکن اس کے علاوہ اور کچھ نہ ہو۔ مثلاً ایک طالب علم متعدد کتابوں کا مالک ہے جن کی مجموعی قیمت مقررہ نصاب سے زیادہ ہے۔ اب اگر اس طالب علم کے پاس صرف اتنا ہے کہ وہ اپنی معمولی ضروریات کی تکمیل کر سکتا ہے لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں رکھتا ہے تو وہ ان کتابوں کی ملکیت کے باوجود زکوٰۃ کا مستحق ہے۔ اگر اس کے برعکس یہی کتابیں کسی جاہل ان پڑھ کی ملکیت ہوں تو وہ زکوٰۃ کا مستحق نہ قرار پاتا۔ البتہ اگر طالب علم مذکورہ کتاب یا بیشتر کتابوں کے دو دو نسخے رکھتا ہو اس طرح سے کہ ان زائد نسخوں کی مجموعی قیمت مقررہ نصاب یعنی باون روپے

سے زیادہ ہوتا ویسے شخص کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ مساکین وہ لوگ ہیں جن کی معاشی حالت تقرر سے بھی زیادہ پست ہو۔ قرض داروں کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بشرطیکہ جو شخص قرض دار ہو اس کی کل ملک ابتدائی ضروریات کی تکمیل اور قرضہ کی رقم منہا کرنے کے بعد مقررہ نصاب سے زیادہ نہ ہو۔ ضروریات میں صرف ابتدائی ضروریات شامل ہیں یعنی صرف ایسی ضروریات جن کے پورا نہ ہونے سے زندگی دو بھر ہو جائے۔ خدا کی راہ میں زکوٰۃ صرف کرنے سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ اُن مجاہدین کی ضروریات اور ان مساعی کے مطابق پرفرصہ کی جائے جو دنیا میں اسلامی نظام قائم کرنے میں مشغول ہوں۔ مجاہد اگر خوش حال بھی ہو تو جہاد کی ضروریات میں صرف کرنے کے لیے وہ زکوٰۃ لینے کا حق دار ہے، کیونکہ جہاد ایک اجتماعی کام ہے اور اجتماعی کاموں کا بار تنہا ایک شخص پر نہیں ڈالا جاسکتا۔ ایک اور طریقہ خدا کی راہ میں صرف کرنے کا یہ ہے کہ جو لوگ عدم استطاعت کے باعث حج کو نہ جاسکتے ہوں ان کی مدد کی جائے۔ ان آٹھ مصارف کے علاوہ زکوٰۃ کی آمدنی اور کسی مصرف میں نہیں لائی جاسکتی۔

یاد رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ اس قسم کا کوئی محصول نہیں ہے جو آج کل حکومتیں اپنی رعایا پر عائد کرتی ہیں۔ موجودہ زمانہ کا ہر محصول کسی نہ کسی شکل میں اُن معاشرتی خدمات (Social Services)

کے معاوضہ میں عائد کیا جاتا ہے جو حکومت رعایا کی خاطر انجام دیتی ہے۔ مگر زکوٰۃ وہ محصول ہے جو امر اور صاحب استطاعت افراد سے صرف اس لیے وصول کیا جاتا ہے کہ اُس سے غیر مستطیع افراد کی مدد کی جائے۔ موجودہ دور میں اگر کوئی اسلامی حکومت قائم ہو تو اس کی رعایا زکوٰۃ سے سبھی چھڑانے کے لیے یہ نہیں کہہ سکتی کہ ہم سے اتنے محصولات وصول کیے جاتے ہیں لہذا حکومت کو انہی محصولات کی آمدنی میں سے غریب اور مساکین کی مدد کرنی چاہیے۔ اس کا جواب حکومت یہ دے گی کہ جتنے محصولات تم سے وصول کیے جاتے ہیں ان سب سے تمہاری ذات کو کسی نہ کسی طرح فائدہ ضرور پہنچتا ہے۔ قیام امن، جان و مال کا تحفظ، ریل و رسائل اور آمد و رفت کے وسائل کی ترقیاں انہی محصولات کی آمدنی سے

تکمیل پذیر ہوتی ہیں۔ تعلیم کی اشاعت، طبی امداد کی فراہمی اور دوسری آسائشیں جو تمہیں میری اسی روپیہ سے ہیا کی جاتی ہیں۔ لیکن زکوٰۃ تو وہ محصول ہے جو ان فائدوں سے قطع نظر، خدا نے تم پر اس لیے عائد کیا ہے کہ اس سے غریبار اور فقرا فائدہ حاصل کریں۔ اسی لیے زکوٰۃ کے مصارف متعین ہیں۔ یہاں تک کہ حکومت بھی یہی تھی نہیں کھتی کہ وہ ان مصارف کے علاوہ زکوٰۃ کو کسی اور طرح سے صرف کرے۔

حضور رات قاب نے زکوٰۃ کی تعریف اس طرح فرمائی ہے کہ وہ ایک ایسی رقم ہے جو دولت مند افراد سے لے کر غریبوں کو واپس کر دی جاتی ہے **يُؤْتِكُنَّ مِنْ الْاَخْطِيَاءِ وَيُرُدُّ عَلَى الْفُقَرَاءِ**۔ اس حدیث شریف میں **يُرُدُّ** (واپس کی جاتی ہے) کا استعمال قابل غور ہے۔ اس سے یہ مفہوم صاف مترشح ہوتا ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں وہ غریبوں پر کوئی احسان نہیں کرتے کیونکہ یہ غریبوں کا حق تھا جو انہیں بلتا ہی چاہیے تھا۔ نیز اس فقرہ سے یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ جو کچھ روپیہ پیسہ تم بطور زکوٰۃ دیتے ہو اس کے متعلق یہ مت خیال کرو کہ وہ ضائع ہو گیا ہے، نہیں، وہ تمہاری جماعت کے اندر ہی رہے گا۔ تم سے لے کر تمہاری جماعت ہی کے افراد کو واپس کیا جاتا ہے۔

تقسیم غنیمت فنی | اجتماعی دولت کو جماعت کے زیادہ سے زیادہ افراد پر تقسیم کرنے اور غربت و افلاس کے مٹانے کی غرض سے اسلام نے صرف زکوٰۃ ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ غنیمت اور فنی کی تقسیم میں بھی اس امر کو بوجھ اتم ملحوظ رکھا کہ دولت ایک محدود طبقہ میں نہ جمع ہونے پائے۔ غنیمت (Booty) وہ مال ہے جو کفار سے جنگ کے دوران میں حاصل کیا جائے۔ اس کے متعلق قرآن مجید کا حکم ہے :-

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِينَ آمَنُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلْغَنِيَّةِ وَأَنَّ لِلرَّسُولِ الْفُرْقَانُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

تمہیں معلوم ہو کہ غنیمت بھی تم پاؤ خواہ کسی قسم کی ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے، رسول کے لیے، رسول کے قریبوں کے لیے، یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

یہ حکم ایسے اموال کے بارے میں ہے جو مسلمانوں کو کفار اور اہل شرک کے لشکروں میں لیں۔

جو ساز و سامان، اسلحہ، جانوروہ ان لوگوں سے چھینیں، اس میں پانچواں حصہ ان کا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں نامزد کر دیا ہے۔ باقی چار حصے غنیمت حاصل کرنے والے لشکر کے درمیان انصاف کے ساتھ تقسیم کر دیے جائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تقسیم اس طرح ہوتی تھی کہ گھوڑے سواروں کو تین حصے، ایک حصہ سوار کا اور دو حصے گھوڑے کے، اور پیادہ کو ایک حصہ دیا جاتا تھا۔ غنیمت سے جو خمس (پانچواں حصہ) نکالا جاتا اس کی تقسیم اس طرح ہوتی تھی کہ خمس کے پانچ مساوی حصے کیے جاتے اس میں سے ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہوتا، ایک ذوی القربیٰ کا اور باقی تین حصے یتیموں، مسکینوں اور نادار مسافروں کے ہوتے (یتیم وہ ہے جو بالغ نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تم بعد حلالہ بالغ ہونے کے بعد یتیم نہیں ہے)۔ ابو بکر و عثمان رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذوی القربیٰ کا حصہ حذف کر دیا تھا اور خمس کو پانچ کے بجائے تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے، یعنی یتامی، مسکین اور نادار مسافروں کے حصے۔ علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانہ میں خمس کو اسی طور پر تقسیم کیا۔ موجودہ زمانہ میں اگر اسلامی حکومت کے تحت مسلمانوں کو کفار سے مال غنیمت حاصل ہو تو اس کا پانچواں حصہ اسی طرح تین حصوں میں تقسیم ہوگا، ایک فقرا اور مسکین کے لیے، ایک یتیموں کے لیے اور ایک نادار مسافروں کے لیے۔ بقیہ پچھلے حصہ فوج میں تقسیم کیا جائے گا اور اس کی تقسیم کے طریقہ میں آج کل کے فوجی نظام کے لحاظ سے مناسب تغیر و تبدل کر لیا جائے گا۔

یہ تقسیم بھی اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ اسلام نے ہر معاملہ میں غریبوں اور غیر مستطیع افراد کا سب سے زیادہ خیال رکھا ہے اور دولت کو زیادہ سے زیادہ افراد پر تقسیم کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ علاوہ خمس کے جو پورا کا پورا فقرا، مسکین، یتامی اور نادار مسافروں کو ملتا ہے، اہل لشکر کے متعلق بھی غائب امکان یہی ہے کہ اس میں غریب و غیر مستطیع لوگوں کی تعداد مالدار اور صاحب استطاعت افراد سے زیادہ ہوگی۔ اس لیے مال غنیمت کا بقیہ حصہ بھی زیادہ تر انہی لوگوں کے ہاتھ آتا ہے جن کی معاشی حالت اس کی ضرورت مند

ہے۔ سب سے زیادہ قابل لحاظ امر یہ ہے کہ مالِ غنیمت ایک ایسا مال ہے جسے سپاہی اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر اور اپنا خون بہا کر حاصل کرتے ہیں۔ اس کے باوجود اس مال کا پانچواں حصہ غریبوں کو دلوایا گیا ہے۔ دنیا کے اور کس قانون میں غریب اور کم استطاعت افراد کا اتنا خیال رکھا گیا ہے؟

معادن (Mines) اور کنوز (Treasure troves) کے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے کہ ان پر جو محصول عائد کیا جائے گا اس کی نوعیت زکوٰۃ کی ہوگی یا غنیمت کی۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ معدن اور کنوز کا محصول زکوٰۃ کی نوعیت رکھتا ہے یعنی اس کا چالیسواں حصہ وصول کیا جائے گا۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کا اجتہاد یہ ہے کہ اس کی نوعیت مالِ غنیمت کی ہے اس لیے اس کا پانچواں حصہ وصول کیا جائے گا۔ اور اس کی تقسیم بھی مالِ غنیمت کے خمس کی طرح ہوگی۔ یعنی محصول سے جو آمدنی ہوگی وہ تین مساوی حصوں میں تقسیم کر دی جائے گی، ایک تیموں کے لیے، ایک فقراء اور مساکین کے لیے اور ایک نادر مسافروں کے لیے۔

فنے کی تعریف میں بھی اختلاف ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ فنے سے وہ اموال مراد ہیں جو دشمن یا اس کے ملک سے لڑائی ختم ہونے کے بعد پُر امن طریقہ سے حاصل ہوں۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ فنے وہ آمدنی ہو جو مفتوحہ ملک سے حاصل ہو خواہ کسی شکل میں ہو۔ لیکن عام رائے یہ ہے کہ ہر وہ آمدنی فنے ہے جو زکوٰۃ اور غنیمت کے علاوہ اسلامی حکومت کو اور کسی ذریعہ سے حاصل ہو۔ اس طرح خراج، جزیہ وغیرہ فنے میں شامل ہیں۔ فنے کی تقسیم کا مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ فنے کی جملہ آمدنی عامۃ المسلمین کے فائدہ میں صرف کی جائے گی اور امام کو اختیار ہے کہ جس کام میں اسے مسلمانوں کی فلاح نظر آئے اس میں فنے کی آمدنی کو صرف کرے۔ فوجیوں اور سپاہیوں کی تنخواہیں، قلعوں کی تعمیر، سڑکوں اور شاہراہوں کی مرمت و دستگی، بچوں کے قیام، تالابوں اور کنوؤں کی تیاری، علماء، اساتذہ، طلباء اور حکام کے مشاہرے، سب کے لیے فنے کی آمدنی سے کام لیا جاسکتا ہے۔ امام اس آمدنی کی تقسیم میں کسی خاص طریقہ کا پابند نہیں ہے، البتہ

کہ جو کچھ صرف کیا جائے اس سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کو فائدہ پہنچے۔ لیکن امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ مالِ غنیمت کی طرح فتنے کی آمدنی میں سے بھی پانچواں حصہ الگ کر لیا جانا چاہیے اور اس کو بھی اسی طرح تقسیم کرنا چاہیے جیسے مالِ غنیمت کے خمس کو یعنی فقراء، مساکین، یتیم خانے اور ابنِ السبیل کے تین الگ الگ حصے ہونے چاہئیں۔ اس اجتہاد کی بنیاد کلامِ مجید کی وہ آیت ہے جس میں اموالِ فتنے کا تذکرہ کیا گیا ہے:

كَأَنفَاءَ اللَّهِ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ
فَلِلَّهِ وَاللِّرْسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَلَّا يَكُونُ دُولَةً
بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ۔

جو کچھ ہاتھ لگائے اللہ اپنے رسول کے بستیوں والوں سے
وہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے اور (رسول کے)
ناتے والوں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور محتاجوں کے لیے
تاکہ وہ صرف دولت مندوں کے درمیان گردش نہ کرے۔

اس آیت میں یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ اجتماعی کوششوں سے جو کچھ حاصل ہو اس میں صرف دولت مندوں ہی کا حصہ نہیں ہے بلکہ غریبوں، یتیموں اور محتاجوں کا بھی حصہ نہیں دیا جانا چاہیے۔ اسی لیے اس آمدنی کے مصارف متعین کر دیے گئے ہیں کہ مبادا غریب اور کم حیثیت افراد ان اموال سے محروم رہ جائیں۔ آیت کا آخری لفظ خصوصاً قابلِ غور ہے ”تاکہ وہ صرف دولت مندوں کے درمیان گردش نہ کرے“۔ کیا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت اس بات کا ہو سکتا ہے کہ اسلام نے معاشی مساوات اور دولت کی منصفانہ تقسیم کے لیے ہر وہ تدبیر اختیار کی جو کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ نظام اختیار کر سکتا ہے؟ اور کیا اس آیت کے بعد بھی کسی اشتراکی کو جرات ہو سکتی ہے کہ وہ اسلام کو ان مذاہب کی سطح پر لانے کی کوشش کرے جو معاشی تبدیلیوں کے سامنے مضن و خاشاک کی طرح بہتے گئے؟ تیرہ سو برس پہلے جب دنیا کے وہم و گمان میں بھی یہ بات تھی کہ معاشی عدم مساوات اور دولت کا ایک محدود طبقہ میں جمع ہو جانا اخلاق و معاشرت اور تمدن کے لیے پیامِ ہلاکت ہے، اسلام نے اتنے صاف اور صریح لفظوں میں اپنے اس مقصد کی توضیح کر دی تھی کہ وہ ایک ایسی معاشرت کا قیام چاہتا ہے جس میں اجتماعی جدوجہد کے ثمرات سے غریب اور یتیم اپنی

از پیش فائدہ اٹھائیں۔

اوپر جو کچھ زکوٰۃ، غنیمت اور فے کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے اُسے سامنے رکھتے ہوئے اس بات کا باآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی مملکت کے تحت عام انسانوں کی معاشی حالت کیا ہوگی۔ اور یہ کہ اس مملکت میں غربت و افلاس پیدا ہونے والی خرابیوں کا امکان کتنا کم ہوگا۔ ذیل میں ہم اسلامی مملکت کی آمدنی کے اس حصہ کی تفصیل پیش کریں گے جو بالکل غیر بیوں اور یتیموں کے لیے وقف ہوگی اور جس کا کوئی جز کسی دوسرے مصرف میں نہیں لگایا جاسکے گا:

وہ آمدنی جو بالکل غیر بیوں کے لیے وقف ہوگی

حسب مذہب شوافع	حسب مذہب حنواف
(۱) زکوٰۃ کی کل آمدنی۔	(۱) زکوٰۃ کی کل آمدنی
(۲) مال غنیمت کا پانچواں حصہ۔	(۲) مال غنیمت کا پانچواں حصہ
(۳) فے کی آمدنی کا پانچواں حصہ۔	(۳) معادن اور کنوز سے جو محصولات وصول ہوں ان کی آمدنی کا پانچواں حصہ۔
اگر امام شافعی کے مذہب پر عمل کیا جائے تو آئندہ جو بھی اسلامی مملکت قائم ہوگی اُسے علاوہ زکوٰۃ اور غنیمت کے پانچویں حصہ کے اپنی جملہ آمدنی کا خواہ وہ کسی ذریعہ سے حاصل ہوتی ہو پانچواں حصہ غریبار اور یتیموں کے لیے وقف کرنا ہوگا۔ کیونکہ فے میں زکوٰۃ اور غنیمت کو چھوڑ کر مملکت کی کل آمدنی شامل ہے۔	
مملکت کی کل آمدنی کا پانچواں حصہ بجائے خود ایک ایسی رقم ہوگی جسے متعینہ معارف میں لگانے کے بعد غربت اور معاشی پستی کا وجود ہی باقی نہ ہوگا۔ اگر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کا مذہب اختیار کیا جائے جب بھی علاوہ زکوٰۃ اور غنیمت کے معادن اور کنوز پر محصولات سے جو آمدنی ہوگی اس کا پانچواں حصہ غریبار کی ضروریات کے لیے وقف کرنا ہوگا۔ پھر اگر ضرورت پیش آئے اور صورت حال اس کی مقتضی ہو تو علمائے	

اسلام یہ حکم دینے کے مجاز ہوں گے کہ دونوں اماموں کے اجتہاد پر عمل کیا جائے، یعنی نئے کی آمدنی کا پانچواں حصہ غریبوں پر صرف کیا جائے اور معادن و کٹوز سے جو محصولات وصول ہوں ان کا بھی پانچواں حصہ باصطلاح مارکیت "پروٹاریہ" کی ضروریات کے لیے وقف کر دیا جائے، کیونکہ بہر حال چاروں اماموں کی رائے سنی پر ہے۔

یہ تو وہ آمدنیاں ہیں جو صرف غریبوں کے لیے مخصوص ہیں۔ اس کے علاوہ مملکت کی آمدنی کا پچھلے حصہ کسی ایک مخصوص طبقہ کی ضروریات پر نہیں صرف کیا جاسکے گا۔ بلکہ اسے صرف ایسے اغراض پر صرف کیا جائے گا جو عامۃ المسلمین کے لیے کسی حیثیت سے فائدہ مند ہوں خواہ اندرونی امن و امان یا بیرونی تحفظ کے لیے خواہ معاشی استحکام اور عام رفتہ لچالی کے لیے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ موجودہ زمانہ میں مملکت کا دائرہ عمل بہت زیادہ وسیع ہو چکا ہے۔ زندگی کے وہ شعبے جن سے قدیم زمانہ میں مملکت کو کوئی واسطہ نہ تھا اب براہ راست اس کی ذمہ داری میں آگئے ہیں۔ تعلیم کی اشاعت، طبی امداد کی فراہمی، مزدوروں کی اقل شرح اجرت کا تعین، ان کے لیے عمر رسیدگی کی پنشن (Old age pension) کا انتظام، کسانوں کی مالی امداد، ان کے قرضوں کی ادائیگی، صحت عامہ کی حفاظت اور اسی نوع کے بیشمار کاموں کی تکمیل آج مملکت کو کوئی تعلق نہ تھا، اب بالکل اسی پر موقوف ہیں۔ اسلامی مملکت بھی ان ساری ذمہ داریوں کی حامل ہوگی۔

اور وہ سب کچھ کرے گی جو موجودہ حکومتیں کر رہی ہیں۔ اللہ یہ کہ کوئی بات اسلامی احکام کے خلاف ہو۔ ان امور کی سربراہی اور ان ذمہ داریوں کی تکمیل وہ اپنی اس مدنی نگرے کے جس کے مصارف میں نہیں کیے گئے ہیں لیکن آمدنی کے وہ حصے جن کے مصارف متعین کیے جا چکے ہیں اور جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے، پھر بھی غریبوں اور کم استطاعت افراد کی ضروریات کے لیے باقی رہے گا۔ مثلاً اسلامی مملکت تعلیم عامہ پر جو کچھ صرف کرے گی اس کا کوئی جزو زکوٰۃ اور نفع یا ضمیمت کے متعینہ پانچویں حصہ محض اس بنا پر نہیں لیا جاسکے گا کہ تعلیم عامہ وغیرہ بھی اسی طرح مرتب ہوتا ہے جس طرح امیر سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ اور نفع یا ضمیمت کے متعینہ حصے صرف انھیں کاموں میں صرف کیے جائیں گے جن سے ہنماں غریبوں کو فائدہ پہنچتا ہو۔ اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے آمدنی کے ان ذرائع کا نفع کیجئے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، یعنی وہ ذرائع جو بالکل غریبوں کے لیے مخصوص ہیں، اور پھر دیانت فیصلہ کیجئے کہ کھالی مملکت میں دولت کیونکر ایک محدود طبقہ میں جمع ہو سکتی ہے یا اس کم کی معاشی عدم مساوات اسلامی سوسائٹی میں کس طرح باریا سکتی ہے جو آج سرمایہ داری نظام کا